التفسیر، مجلس تفسیر، کراچی جلد ۹، شمارہ ۱۸، اپریل تا ستمبر ۲۰۱۲ء

مولانا ابوالحسن علی ندوی

عمیر احمد صدیقی

Islamic history witness that from the time of companions of Prophet (P.b.u.h) there are many dedicated Scholars who have been safeguard the Islam & Shariah and continuously repudiate the myths that were created by fundamentalist and fanatic group. These Scholars continuously reformed the wrong perception those were spread by uneducated Muslim and by anti muslim scholars. This is the result of such great people that Quran and Sunnah are in actual shape with its real soul & the face of Shariah is continuously glowing in front of the world. The One Commander of this great Convey is Moulana Syed Abul Hsan Ali Nadwi , Who defended the Islam with his vast knowledge and grip of knowledge among not only in Arabic & non Arabic's
but also in east and west. He awakened all the Muslims from their dark nap.
In this Article the undersigned tried to throw light on the different aspects of Moulana Syed Abul Hsan Ali Nadwi life with his brief intro and his services to Muslim Ummah.

مولانا علی میاں ایک نامور عالم دین، ایک بلند پایہ مصنف اور دانش ور، ایک صاحب طرز ادیب، ایک سحر انگیز خطیب اور ایک منفرد مؤرخ و سیرت نگار تھے، لیکن ان سب جہتوں سے بڑھ کر وہ ایک داعی، ایک مبلغ، ایک مصلح اور صاحب دل مزکی اور مربی تھے۔ ان تمام اوصاف کے اجتماع نے انہیں بیسویں صدی کے احیائے اسلام کے معماروں میں ایک منفرد مقام دے دیا تھا۔ مولانا کے ہاں اقبال کا سوز و گداز، مولانا مودودی کی خطیبیت اور تعقل، علامہ شبلی نعمانی اور سید سلیمان ندوی کا ذوق تاریخ اور مولانا تھانوی، مولانا محمد الیاس اور مولانا عبدالقادر رائے پوری کی روحانیت کا امتزاج نظر آتا ہے۔ مولانا علی میاں کے یہاں یہ سب پہلو ایک دوسرے کے نقیض نہیں، بلکہ ایک دوسرے کی تکمیل کرنے والے ہیں اور یہی وہ نکتہ ہے جسے علم و فن کے ناقدین نے نظر انداز کر دیا ہے۔

ولادت: ۲۱ محرم الحرام ۱۳۳۳ھ (۱۹۱۴ء) بمقام: دائرہ شاہ علم اللہ تکیہ کلاں، رائے بریلی۔ اتر پردیش۔ (۱)

تعلیم: تعلیم کا آغاز والدہ محترمہ نے قرآن مجید سے کیا پھر اردو اور عربی کی باقاعدہ تعلیم کا سلسلہ شروع ہوا۔ ۱۳۴۱ھ (۱۹۲۳ء) میں والد صاحب حکیم سید عبدالحئی صاحب کا انتقال ہوا، اس وقت آپ کی عمر نو سال سے کچھ اوپر تھی، تو تعلیم و تربیت کی ذمہ داری آپ کی والدہ محترمہ اور برادر بزرگ مولانا حکیم ڈاکٹر سید عبدالعلی حسنی صاحب پر آپڑی جو خود بھی اس وقت (دار العلوم ندوۃ العلماء اور دار العلوم دیوبند سے فراغت کے بعد) میڈیکل کالج میں زیر تعلیم تھے۔ (۲)

☆ ۱۳۴۲ھ (۱۹۲۴ء) میں علامہ خلیل عرب سے باقاعدہ عربی تعلیم کا آغاز کیا، اور اصلاً انہیں کی تربیت میں عربی زبان و ادب کی تعلیم مکمل کی۔ (۳) ۱۹۳۰ء میں دار العلوم ندوۃ العلماء میں علامہ تقی الدین ہلالی کی آمد پر ان سے بھی خصوصی استفادہ کیا۔ (۴)

☆ ندوۃ العلماء کے اجلاس ۱۹۲۶ء منعقدہ کانپور میں برادر بزرگ کے ساتھ حاضری کا شرف حاصل ہوا، کم عمری میں عربی بول چال سے شرکائے اجلاس محظوظ ہوئے۔ اور بعض عرب مہمانوں نے اپنے گھومنے پھرنے میں بطور رہبر کم سن مترجم کو ساتھ رکھا۔ ڈاکٹر ذاکر حسین اور مولانا عبداللہ سورتی نے خاص طور پر اپنے کمرے میں بلا کر امتحاناً کچھ سوالات کئے۔ (۵)

☆ ۱۹۲۷ء میں لکھنؤ یونیورسٹی میں داخلہ لیا اس وقت مولانا یونیورسٹی کے سب سے کم سن طالب علم تھے۔ (۶) ۱۹۲۹ء میں یونیورسٹی سے فاضل ادب کی سند حاصل کی۔ (۷)

☆ ۱۹۲۸ء سے ۱۹۳۰ء کے درمیان انگریزی زبان سیکھنے پر بھی توجہ رہی، جس سے اسلامی موضوعات اور عربی تہذیب وغیرہ پر انگریزی کتابوں سے بھی براہ راست استفادہ کا موقع ملا۔ (۸)

☆ ۱۹۲۹ء میں دار العلوم ندوۃ العلماء میں داخلہ لیا اور علامہ محدث حیدر حسن خاں کے درس حدیث میں شریک ہوئے۔ اور ان سے صحیحین (بخاری و مسلم) اور سنن ابی داؤد اور سنن ترمذی حرفاً حرفاً پڑھی اور اسی دوران انکے درس بیضاوی میں بھی شریک رہے مکمل دو سال تک ان کی صحبت میں رہ کر فن حدیث میں خصوصی استفادہ کیا۔ (۹)

تعلیمی اسفار:

☆ ۱۹۲۹ء میں لکھنؤ یونیورسٹی میں امتیازی کامیابی حاصل کرنے کی خوشی میں اپنے پھوپھا مولانا سید محمد طلحہ صاحب کی دعوت پر لاہور سفر کیا، جو دور دراز کا پہلا سفر تھا، جہاں لاہور کے علماء و خواص سے ملاقاتیں کیں، اور شاعر مشرق ڈاکٹر محمد اقبال سے شرف ملاقات حاصل کیا، جن کی نظم "چاند" کا اس سے قبل ہی عربی نثر میں ترجمہ کر چکے تھے۔ (۱۰)

☆ ۱۹۳۰ء میں لاہور کے دوسرے سفر کے موقع پر علامہ احمد علی لاہوری سے خصوصی وقت لے کر سورہ بقرہ کا ابتدائی حصہ پڑھا، اور ۱۹۳۱ء میں لاہور کے تیسرے سفر میں علامہ لاہوری سے حجۃ اللہ البالغہ پڑھی۔ (۱۱)

☆ ۱۹۳۱ء میں ہی علامہ لاہوری کے مشورہ سے حضرت خلیفہ غلام محمد بہاولپوری سے بیعت و ارادت کا تعلق قائم کیا۔ (۱۲)

☆ مولانا سید حسین احمد مدنی سے استفادہ کے لئے ۱۹۳۲ء بمطابق ۱۳۵۱ھ میں چند ماہ دارالعلوم دیوبند میں قیام کیا اور صحیح بخاری و سنن ترمذی کے اسباق میں شریک ہوئے، اور تفسیر و علوم قرآن میں خصوصی استفادہ کیا، (۱۳) نیز مولانا اعزاز علی صاحب سے فقہ اور قاری اصغر علی صاحب سے روایت حفص کے مطابق تجوید کا درس لیا۔ (۱۴)

☆ ۱۹۳۲ء بمطابق ۱۳۵۱ھ میں لاہور کے چوتھے سفر میں علامہ لاہوری سے ان کے مقرر کردہ نصاب برائے فضلائے مدارس عربیہ کے مطابق پورے قرآن مجید کی تفسیر پڑھی۔ (۱۵)

☆ ۱۹۳۱ء میں علامہ تقی الدین ہلالی صاحب کی معیت میں بنارس، اعظم گڑھ، مئو اور مبارک پور کا سفر کیا، اسی سفر میں علامہ عبدالرحمٰن مبارک پوری سے اوائل سن کر حدیث کی سند لی۔ (۱۶)

☆ ۱۹۳۴ء میں علامہ سید سلیمان ندوی کی معیت میں کرنال، پانی پت، تھانیسر اور دہلی کا سفر کیا۔ (۱۷)

تدریسی و دعوتی زندگی:

۱۹۳۴ء میں ۲۰ سال کی عمر میں مولانا ندوہ میں عربی ادب اور تفسیر و حدیث کے استاد ہو گئے۔ (۱۸) منطق و تاریخ اسلامی کے دروس بھی ان کے پاس تھے۔ اسی زمانے میں ان کے بعض رفقائے درس بھی رفقائے تدریس تھے، جن میں قابل ذکر مولانا مسعود عالم ندوی، مولانا محمد ناظم ندوی، شیخ محمد العربی اور بعد میں مولانا عبدالسلام قدوائی ندوی اور مولانا ابو اللیث ندوی (جو بعد میں امیر جماعت اسلامی ہند ہوئے) وغیرہ تھے۔ (۱۹) اسی سال رشتۂ ازدواج میں

منسلک ہوئے۔[۲۰] اولاد کا غم البدل اللہ نے قابل رشک بھتیجے مولانا سید محمد الحسنیؒ (ایڈیٹر البعث الاسلامی) اور اصحاب علم و فضل بھانجوں (مولانا محمد ثانی حسنیؒ اور مولانا سید محمد رابع ندوی، ومولانا واضح رشید ندوی) کی صورت میں عطا فرمایا۔

۱۹۳۷ء میں مولانا مرحوم ایک مرتبہ پھر لاہور آئے، تو علامہ اقبال سے کئی گھنٹے ان کی ملاقات رہی، علامہ بیمار تھے اور ان کا ملازم خاص علی بخش آکر انہیں ڈاکٹروں کی ہدایت کے مطابق زیادہ گفتگو سے منع کرتا تھا، مگر علامہ اقبال اسے اشارے سے واپس کر دیتے تھے۔ درحقیقت اصل اقبال کو مولانا مرحوم نے جیسا کہ انہوں نے خود لکھا ہے، ۱۹۳۵ء میں "ضرب کلیم"، "بال جبریل"، "اسرار خودی"، "جاوید نامہ" وغیرہ، "بانگ درا" کے بعد کے دواوین پڑھنے کے بعد جانا، اور اقبال سے مولانا کی شیفتگی اور فکری وقلبی تعلق بہت بڑھ گیا۔ مولانا مرحوم کو علامہ اقبال کے سینکڑوں اشعار یاد تھے اور وہ طلبہ کے سامنے انہیں مناسب مواقع پر بڑے ذوق وشوق کے ساتھ پڑھتے تھے، خاص طور پر وہ اشعار جن میں حضور رسالت مآب ﷺ کا ذکر یا ان کی طرف اشارہ ہے یا جن میں علامہ اقبال فرنگی فکر وتہذیب پر عالمانہ تنقید کرتے ہیں۔[۲۱]

۱۹۳۹ء کے لگ بھگ سید مودودی سے مولانا مرحوم کا تعلق قائم ہوا، انہی نے سید مودودی کو ندوہ آنے کی دعوت دی، جہاں سید مودودی نے اسلامی نظام تعلیم پر ایک اہم اور طویل لیکچر دیا، تین روز مہمان خانہ ندوہ میں سید مودودی مقیم رہے اور ندوہ کے طلبہ و اساتذہ سے ان کا تعارف ہوا۔ اس درمیان میں مولانا کا باقاعدہ جماعت اسلامی سے تعلق قائم ہوا اور وہ ۱۹۴۱ء سے ۱۹۴۳ء تک لکھنؤ کی مقامی جماعت اسلامی کے امیر رہے۔[۲۲]

اس دوران مولانا مرحوم کا تعارف مولانا محمد الیاس کی دینی دعوت سے ہوا اور ان سے ذاتی ملاقاتیں بھی، مولانا ان کی ذاتی سیرت، انابت الی اللہ، اسلام کی اشاعت کے لئے ان کے دل میں صحابہؓ جیسی تڑپ اور ان کے زہد و ورع سے بہت متاثر ہوئے۔[۲۳] مولانا مرحوم کا رجحان ان کی طرف ہوا، اور وہ خود سید مودودی کے مشورے سے یکسو ہو کر مولانا محمد الیاس کی دعوت یا جماعت تبلیغ سے وابستہ ہو گئے،[۲۴] اور اسے انہوں نے ندوہ میں بھی عام

کیا۔ "مولانا محمد الیاس اور ان کی دینی دعوت" نامی کتاب بھی تقسیم سے قبل مولانا نے تصنیف کی، مگر مولانا مرحوم نے جب اس کام یا دعوت کو پھیلایا تو اس کی چھ باتوں پر اکتفاء نہیں کیا، بلکہ قرآن و حدیث اور دینی کتابوں اور علماء سے علم و بصیرت دینی حاصل کرنے پر زور دیتے رہے، بعض دوسرے علماء یا ارکان جماعت اسلامی کے برعکس جو جماعت کو چھوڑ چکے تھے، مولانا مرحوم نے کبھی جماعت یا سید مودودی کے خلاف کوئی دشنام طرازی نہیں کی، اور اختلاف نظر کے باوجود سید مودودی کی وفات پر انہوں نے بہت اچھا اور طویل تعزیتی مضمون لکھا جو ان کی کتاب "پرانے چراغ" کی جلد دوم میں شامل ہے۔

مولانا مرحوم کو سید مودودی کی زندگی میں جب لاہور آنے کا موقع ملا تو سید مودودی سے ملتے رہے، اور آخر زمانے تک انہوں نے دوبارہ برطانیہ کے سفر میں لیسٹر کی اسلامک فاؤنڈیشن میں تقریریں کیں اور جماعت اسلامی کے رہنماؤں پروفیسر خورشید احمد صاحب، خرم مراد صاحب مرحوم اور دیگر ارکان جماعت سے ملتے رہے۔ وہ تنگ نظری اور مذہبی تعصب سے کوسوں دور تھے، اگرچہ علمی طور پر انہوں نے سید مودودی کی بعض تحریروں سے اختلاف تحریری شکل میں کیا، لیکن یہ علماء کا شیوہ ہمیشہ سے رہا ہے۔

علمی و دعوتی زندگی

مولانا کی علمی اور دعوتی زندگی پورے انہماک کے ساتھ پہلو بہ پہلو چلتی رہی اور دعوتی اسفار کی کثرت کے باوجود تصنیفی سرگرمی سے کبھی غافل نہیں ہوئے۔ جب انتہائی ضعف بصارت اور ایک آنکھ کے زیاں کے باعث مولانا لکھنے پڑھنے سے معذور تھے، تو اس اثناء میں بھی ان کا یہ تصنیفی شغل جاری رہا، مآخذ سے حوالوں کے لئے رجوع بعض معاونین کرتے اور اپنے ایک کاتب کو مولانا کتابیں املاء کراتے تھے۔ اسی دوران میں مولانا نے "السیرۃ النبویۃ" اور بعض دیگر کتب بھی تصنیف کیں۔

مولانا مرحوم خالص علمی و تحقیقی انداز میں مسلسل تصنیفی کام کرتے رہے، لیکن ان تحریروں کے اندر بھی داعیانہ روح کارفرما تھی۔ ۲۵ سال کی عمر میں "سیرت سید احمد شہید" کی جلد اول لکھنے کے بعد ۲۸ سال کی عمر میں مولانا نے ۱۹۴۲ء میں جامعہ ملیہ کی دعوت پر وہاں ایک

مبسوط علمی مقالہ پڑھا جو بعد میں "مذہب وتمدن" کے نام سے شائع ہوا، اس کے سامعین میں ڈاکٹر ذاکر حسین خاں، ڈاکٹر عابد حسین اور پروفیسر محمد مجیب جیسی وقیع علمی شخصیات شامل تھیں۔ (۲۵)

۱۹۵۶ء میں مولانا نے کلیۃ الشریعہ (شریعہ فیکلٹی) دمشق یونیورسٹی کی دعوت پر وزیٹنگ پروفیسر کی حیثیت سے دو ماہ وہاں اسلام کی اہم دینی وفکری شخصیات پر لیکچر دیے جو "رجال الفکر والدعوۃ فی الاسلام" کے نام سے ۱۹۶۰ء میں دمشق یونیورسٹی سے کتابی شکل میں چھپے، (۲۶) اس سے قبل مولانا "تاریخ دعوت وعزیمت" کی پہلی جلد لکھ چکے تھے جو دارالمصنفین سے چھپی تھی اور وہی دمشق یونیورسٹی کے لیکچروں کی بنیاد تھی، بعد میں یہ سلسلہ جاری رہا اور پانچ جلدوں میں مولانا نے یہ کتاب مکمل کی، "سیرت سید احمد شہید" کی دو جلدوں کو شامل کرنے سے یہ سلسلہ دعوت وعزیمت اپنی انتہا کو پہنچا۔ اس کتاب کی دوسری، چوتھی اور پانچویں جلد علی الترتیب تین عظیم ترین اسلامی شخصیات ابن تیمیہ، مجدد الف ثانی اور شاہ ولی اللہ پر ہیں، مولانا مرحوم کا یہ بڑا عظیم، منفرد اور مفید علمی کارنامہ ہے۔ یہ صرف علم رجال کی کتابیں یا سوانح حیات نہیں ہیں، بلکہ دعوت اسلامی کی دوسری صدی ہجری سے تسلسل کے ساتھ پیش کرنے کی ایک کامیاب کوشش ہے اور سید احمد شہید کی تحریک اصلاح و جہاد اس سلسلۂ ذہب کی آخری کڑی ہے۔

عربی زبان میں اگرچہ مولانا مرحوم سے قبل ڈاکٹر عبدالوہاب عزام علامہ اقبال پر ایک کتاب لکھ چکے تھے اور ان کے دیوان "ضرب کلیم" کا منظوم ترجمہ بھی کر چکے تھے، اسی طرح سے مصر کے نابینا شاعر صاوی شعلان نے حسن الاعظمی کی مدد سے ان کی متعدد نظموں اور غزلوں کا ترجمہ کیا تھا، لیکن اس سب کام سے اقبال کا صحیح اور جاندار تعارف عالم عرب میں نہیں ہوا تھا، پہلی بار ۱۹۵۱ء میں مولانا نے اپنے مصر کے سفر میں وہاں کلیہ دارالعلوم اور ایک دوسرے ادارے میں اقبال پر دو مبسوط لیکچر دیے، (۲۷) جن میں ان کی فکر و دانش کا جوہر پیش کیا اور یہ پہلے ایک مختصر کتاب "شاعر الاسلام اقبال" کے نام سے مصر میں چھپے، بعد میں مولانا مرحوم نے "مسجد قرطبہ" اور "ذوق و شوق" جیسی اقبال کی طویل نظموں اور دیگر نظموں کے انتہائی پرزور، ادبی

رعنائیت سے بھرپور اور مسحور کن تحریر میں ترجمے اس کتاب میں اضافہ کیے اور اس طرح "روائع اقبال" وجود میں آئی۔ اس کتاب سے روح اقبال عربوں میں منتقل ہوئی۔

مولانا مرحوم نے عصر حاضر کے بزرگ مشائخ کی جو سوانح عمریاں لکھی ہیں، وہ اپنی جگہ ایک علیحدہ تاریخی اور صوفیانہ کام ہے۔ یہ کتابیں مولانا فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی، مولانا محمد الیاس، شاہ عبدالقادر رائے پوری اور مولانا محمد یعقوب صاحب مجددی وغیرہ پر ہیں۔

ان کے علاوہ مولانا مرحوم کے متعدد سفرنامے ہیں، جو مشرق ومغرب میں مولانا کے سفر کی نہ صرف داستانیں اور رودادیں ہیں، بلکہ ان میں مولانا کا تنقیدی تجزیہ اور دعوتی پیغام بھی ہے۔ ان سفرناموں کا اہم مقصد وہاں موجود مسلمان نوجوان نسل کے عقائد اور تہذیبی قدروں کی حفاظت کرنا، اور ان میں مغربی اقدار و افکار کا ایمانی اور استدلالی طریقے پر مقابلہ کرنے کی استعداد پیدا کرنا تھا، اور ساتھ ہی مغرب کے اہل فکر کو اسلام کا آفاقی پیغام پہنچانا تھا۔

یہاں مولانا مرحوم کے تصنیفی کاموں کا جائزہ لینا مقصود نہیں ہے، بلکہ اس نکتے کی وضاحت کرنا ہے کہ مولانا کی تمام تصنیفات میں جو روح گردش کرتی ہے، وہ داعیانہ روح ہے، حتیٰ کہ ضخیم خالص علمی وتاریخی کتاب "تاریخ دعوت وعزیمت" بھی اسی روح کی آئینہ دار ہے۔

ندوۃ العلماء کی نظامت

۱۹۶۱ء میں ان کے عزیز و مشفق بھائی فوت ہوئے تو مولانا مرحوم کے کندھوں پر ندوۃ العلماء کے ناظم کی حیثیت سے بڑی بھاری ذمہ داری پڑ گئی۔ (۲۸) ناظم کا کام دارالعلوم کو چلانا، اس کا مہتمم یا پرنسپل مقرر کرنا، اس کی تعلیمی سرگرمیوں پر نظر رکھنا، اس کی ترقی کی کوشش کرنا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اس کے لئے ضروری فنڈ پبلک کے تعاون سے مہیا کرنا تھا۔ مولانا مرحوم نے یہ کام بخوبی انجام دیے، ان کے عہد میں دارالعلوم نے جو ترقی کی، وہ اس سے قبل کسی ناظم کے عہد میں نہیں ہوئی تھی۔ نصاب میں جذری (radical) اصلاحات کی گئیں، نئے شعبے یا کلیات ـــ قرآنی علوم، عربی زبان و ادب، دعوت اسلام و اعلام (میڈیا) کھولے، اور تحقیقی کام پر ڈاکٹریٹ کی ڈگری دینے کا انتظام کیا گیا، گویا دارالعلوم صحیح معنوں میں مولانا مرحوم کے عہد میں ایک اسلامی یونیورسٹی بن گیا۔ اس کے علاوہ طالبات کی اسلامی اور دینی وعربی تعلیمات کے لئے

علیحدہ سے انسٹی ٹیوٹ قائم کیا گیا۔ مولانا ۱۹۵۱ء سے دارالعلوم ہی میں اس کے مہمان خانے میں آکر مقیم ہو گئے تھے۔

حیرت اس بات پر ہے کہ ان سب مصروفیات کے باوجود مولانا کے تصنیفی کاموں میں کوئی توقف یا کمی نہیں آئی۔ جب ہم ساٹھ کی دہائی سے مولانا مرحوم کے حجاز مقدس، خلیجی ممالک اور یورپ کے مسلسل سفروں کو دیکھتے ہیں تو حیرت اور بڑھ جاتی ہے کہ کس طرح مولانا بیسیوں کتابیں اور سیکڑوں تقاریر، خطبات اور رسائل لکھنے کا کام جاری رکھ سکے۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مولانا مرحوم کے وقت میں اہل اللہ کی طرح بڑی برکت عطا فرمائی تھی۔

مولانا علی میاں اور عالم عرب:

۱۹۴۷ء میں تقسیم ہند سے قبل مولانا نے پہلا حج والدہ کے ساتھ کیا اور چھ ماہ حرمین شریفین میں مقیم رہے، وہاں کے علماء سے ربط و ضبط پیدا کیا اور اپنی زیر تصنیف کتاب "ماذا خسر العالم بانحطاط المسلمین" کے لئے وہاں مزید معلومات عربی کتابوں اور مجلات سے جمع کیں اور اپنی اس کتاب کی اشاعت کی کوشش کی، لیکن یہ کتاب بعد میں یعنی ۱۹۵۰ء میں مصر کے ایک انتہائی مؤقر ادارہ نشر و اشاعت سے شائع ہوئی۔

جنوری ۱۹۵۱ء میں مولانا نے حجاز سے اپنے دو قدیم ندوی شاگردوں کی معیت میں (جو سال بھر سے حجاز میں مقیم تھے) مصر کا بحری جہاز سے سفر کیا مصر میں پانچ ماہ مولانا کا قیام رہا، اس درمیان میں دس دن کے لئے سوڈان گئے۔ ۲۲ جون ۱۹۵۱ء کو مولانا بذریعہ طیارہ دمشق پہنچے، اور ۱۲ اگست تک مولانا کا قیام دمشق میں رہا، اس درمیان میں دوبارہ اردن بھی گئے اور فلسطین کے شہروں القدس، الخلیل وغیرہ بھی جانا ہوا۔ ملک عبداللہ شاہ اردن سے بھی ان کی دو ملاقاتیں ہوئیں، ان کے ساتھ کھانا کھایا، اور ۱۲ اگست ۱۹۵۱ء کو مولانا مرحوم کی واپسی بذریعہ ہوائی جہاز مدینہ منورہ ہوئی۔

مولانا مرحوم کا مصر، سوڈان، شام، اردن اور لبنان کا یہ سفر انتہائی اہم تھا۔ ان کی کتاب "ماذا خسر العالم بانحطاط المسلمین" مصر میں ۱۹۵۰ء میں چھپ چکی تھی اور اس کے ذریعے اہل علم و تحقیق کے حلقوں اور دینی تنظیموں میں ان کا اجمالی تعارف ہو چکا

تھا۔ مصر میں اور پھر شام میں سارا عالم عرب اپنی تمام علمی بلندیوں اور مادی رعنائیوں کے ساتھ ان کے سامنے تھا۔ مولانا کی ملاقات تمام بڑی علمی و ادبی شخصیات سے ہوئی، یونیورسٹیوں میں اور ریڈیو پر، نیز بہت سی دینی و اجتماعی تنظیمات و تحریکات، اخوان المسلمین اور شبان المسلمین، قاہرہ یونیورسٹی میں ان کی تقریریں ہوئیں، اخوان تو ان کے ایسے گرویدہ ہوئے کہ وہ مولانا کا اپنے ہی ایک مرشد کی طرح احترام کرنے لگے۔ اس سفر سے مولانا عالم عرب میں پوری طرح متعارف اور محترم المقام ہو گئے تھے۔ شام سے مولانا نے ایک مختصر سفر ترکی کا بھی بذریعہ ریل کیا تھا۔(۲۶)

عالم عرب کے لئے مولانا کی خدمات:

عالم عرب کے لئے مولانا کا ایک بڑا کارنامہ یہ تھا کہ آپ نے ساٹھ کی دہائی سے جمال عبدالناصر کے زمانے میں عرب قومیت کے خلاف بڑے پرزور طریقے سے عرب مجلات میں لکھا اور اپنی عربی اور اردو تقاریر میں برملا اس کی مخالفت کی، اور ناصر کے عرب اور ہندوستانی مریدین کی مخالفت اور تنقید کو برداشت کیا، دوسری خدمت اسلام پسند سعودی عرب اور خلیج کی ریاستوں کے مسلمانوں کی یہ کی کہ انہوں نے یہاں کے حکمرانوں کی حد سے بڑھی ہوئی عیش وعشرت کی زندگی پر تنقید کی اور اسی طرح یورپ و امریکہ پر سیاسی و اقتصادی امور میں ان کے مکمل اعتماد کی گرفت کی، مولانا مرحوم جس طرح الحاد اور روسی سوشلزم کے مخالف رہے، اسی طرح مغربی سرمایہ داری اور اس کی غیر اخلاقی اور حیوانی قدروں کے بھی مخالف رہے۔

رابطہ عالم اسلامی کی تشکیل:

۱۹۶۲ء میں جب "رابطہ عالم اسلامی" کی مکہ مکرمہ میں تشکیل ہوئی تو مولانا مرحوم اس کے رکن اساسی قرار پائے، اسی طرح اسی سال مدینہ منورہ میں جامعہ اسلامیہ کا قیام عمل میں آیا تو مولانا اس کی کونسل کے رکن اساسی کی حیثیت سے لیے گئے، بعد میں "رابطہ عالم اسلامی" کی متعدد ذیلی تنظیمیں جیسے "المجمع الفقہی" (فقہ اکادمی) اور "المجلس الاعلی للمساجد" قائم ہوئیں تو مولانا ان کے رکن منتخب کیے گئے، اب ان اداروں اور تنظیموں کے اجلاسوں کی وجہ سے سال میں تین چار مرتبہ حجاز مقدس جانے لگے، اور آخری دس برسوں میں نقرس کے مرض کے سبب وہیل

چیئر (wheel chair) پر منتقل کے باوجود یہ سلسلہ جاری رہا۔

اسی حالت میں مولانا مرحوم نے ۱۹۹۳ء میں ایک بار استنبول، لندن اور امریکہ کا سفر بھی وہاں کی بعض اسلامی تنظیمات اور اوکسفرڈ کے اسلامک سینٹر کے اجلاس میں شرکت کے لیے کیا، اور اسی حالت میں استنبول کا چوتھا یا پانچواں سفر وہاں ۱۹۹۶ء میں سیمینار میں شرکت کے لئے کیا۔ ۱۹۹۷ء میں لاہور میں اپنے قائم کردہ "رابطہ عالم اسلامی" کے اجلاس میں تشریف لائے اور یہاں متعدد تقاریر، علاوہ "رابطہ عالم اسلامی" کے اجلاس کے، پنجاب یونیورسٹی وغیرہ میں کیں۔ ۱۹۹۹ء کے وسط میں فالج کا حملہ ہونے کے بعد، اور پھر اس سے تین چار ماہ بعد باوجود شدید کمزوری کے "کاروان زندگی" کی آخری ساتویں جلد املاء کرائی۔ (۳۰)

ندوۃ العلماء اور دارالعلوم کی تنظیمی سرگرمیوں کے علاوہ مولانا مرحوم مختلف عالمی اور ہندوستان کی اسلامی تنظیموں سے بطور بانی وصدر وابستہ رہے تھے اور ان کی سرگرمیوں میں عملی طور پر شریک تھے۔ اس ذیل میں مولانا مرحوم کے بیسیوں صدارتی خطبات اور تقاریر ہیں، جن میں سے بہت سی عربی اور اردو میں مطبوعہ اور بہت سی منتظر طبع ہیں۔

ہندوستانی مسلمانوں کے مسائل کے حل کے لیے کوششیں:

ہندوستان کے مسلمانوں کے مسائل سے مولانا نے صرف نظر نہیں کیا، اگرچہ وہ سیاسی آدمی نہ تھے، لیکن انہوں نے جمعیت علماء ہند کے نڈر لیڈر مولانا حفظ الرحمن سیوہاری کی وفات اور جمعیت کی سردمہری کے بعد پوری قوت سے مسلمانان ہند کے سیاسی، اجتماعی اور دینی مسائل میں ان کے حقوق کے دفاع کے لئے پوری سرگرمی سے کام کیا، اس کے لئے مولانا نے اپنے مخلص دوستوں کے ساتھ مل کر مختلف تنظیمیں - "مسلم مجلس مشاورت"، "دینی تعلیمی کونسل"، "پیام انسانیت" اور "مسلم پرسنل لا بورڈ"- بنائیں اور ان میں سے اکثر کے وہ صدر رہے، ان تنظیموں اور خاص طور پر مسلم پرسنل لا بورڈ کے سلسلے میں مسلمانوں کے عائلی قوانین کی حفاظت کے لئے، اور ساتھ ہی مختلف فسادات میں مسلمانوں کے جانی و مالی نقصانات کے بعد ان کے تحفظ کے لئے اندرا گاندھی، راجیو گاندھی اور وی پی سنگھ وغیرہ سے ملاقاتیں کر کے اور انہیں خطوط لکھ کر ان کی توجہ اس طرف دلاتے رہے۔ پیام انسانیت کے متعدد آل انڈیا اور لوکل جلوط

(مسلم وہندو) اجتماعات میں خطاب کر کے وہ ہندوؤں کو بھی اسلام کا پیغام پہنچاتے رہے کہ اس میں ان کی اور ہندوستان کی خیریت ہے۔ مسلمانوں کے بارے میں ان کے شکوک وشبہات دور کرتے رہے۔ مولانا کی زندگی کا یہ عملی اور افادی پہلو بیرون ہند کے لوگوں سے بہت حد تک مخفی ہے یا غیر معلوم ہے۔

مولانا علی میاں اور پاکستان:

۱۹۷۸ء میں اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان کے ایک استقبالیے میں تقریر کرتے ہوئے مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے دور حاضر میں عالم اسلام کی صورت حال کا تجزیہ کرتے ہوئے کچھوے اور خرگوش کی تمثیل استعمال کی۔ روایتی کہانی میں خرگوش بہت تیز رفتار تھا اور کچھوا سست رفتار، لیکن خرگوش سو رہا اور کچھوا مسلسل محو سفر رہا جس کے نتیجے میں کچھوا اپنی اجباری سستی کے باوجود معرکہ جیت گیا تھا، مقابلہ آج بھی کچھوے اور خرگوش کا سا ہے، لیکن معاملہ یہ ہے کہ کچھوا اپنی سست رفتاری کے ساتھ سو بھی رہا ہے اور خرگوش اپنی تیز رفتاری کے ساتھ سرگرم عمل ہے۔

اس کچھوے کو گراں خوابی سے کون بیدار کرے گا؟۔ مولانا علی میاں کے خیال میں یہ فریضہ ملت اسلامیہ پاکستان کو انجام دینا ہے۔(۳۱) مولانا علی میاں نے پاکستان کو تمام اسلامی دنیا کی روح قرار دیا اور کہا کہ عالم عرب او اسلامی ممالک میں زندگی کی نئی روح پیدا کرنے کی ذمہ داری پاکستان پر ہے۔ پاکستان عالم اسلام کی فکری راہ نمائی کا ذمہ دار ہے۔ پاکستان جس نظریے کا داعی اور علمبردار ہے، اس کا تقاضا بھی یہی ہے کہ یہ ملک دنیا بھر میں اس نظریہ حیات کے ماننے والوں کے لئے ایک فصیل اور مثال کا کام دے۔ دنیا کے جس گوشے میں بھی اسلام اور مسلمانوں کو کوئی صدمہ پہنچے ان کی نگاہیں پاکستان کی طرف اٹھیں اور کبھی نامراد نہ لوٹیں، ماضی میں جو مقام سلطنت عثمانیہ کو حاصل تھا، مولانا علی میاں نے اس خیال کا اظہار کیا کہ اب وہی مقام پاکستان کو حاصل ہونا چاہیے۔ آج دنیا میں ایک بھی ایسا اسلامی ملک موجود نہیں جو مسلمانوں کے مسائل کے حل کے لئے اپنا وزن ڈالے تو دنیا اس کا وزن محسوس کرے اور مسئلے کے حل پر مجبور ہو جائے۔ مولانا علی میاں کے خیال میں یہ کردار پاکستان کو ادا

کرنا چاہئے اور یہ مقام پاکستان کو حاصل ہونا چاہئے۔

اعزاز و تکریم:

☆ ۱۳۶۹ھ مطابق ۱۹۵۰ء میں کلید بردار کعبہ شیخ شیبی صاحب نے دو روز مسلسل بیت اللہ شریف کا دروازہ کھول کر مولانا کو اجازت عام دے دی کہ مولانا جسے چاہیں خانۂ خدا میں بلا لیں۔ (۳۲)

☆ ۱۹۴۸ء میں علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی تجویز پر ندوۃ العلماء کے نائب معتمد تعلیم اور ۵۳ء میں علامہ کی وفات کے بعد بالاتفاق معتمد تعلیم منتخب ہوئے۔ (۳۳)

☆ ۱۹۵۶ء میں دمشق کی "مجمع اللغۃ العربیۃ" (اکیڈمی آف عربک لینگویج) کے مراسلاتی ممبر منتخب کئے گئے۔

☆ ۱۹۶۰ء میں دینی تعلیمی کونسل اترپردیش کے قیام کے وقت سے تاحین حیات اس کے صدر رہے۔

☆ رابطہ العالم الاسلامی کی تاسیس و قیام کا پہلا اجلاس جو ۱۹۶۲ء میں مکہ مکرمہ میں ہوا جس میں جلالۃ الملک سعود بن عبدالعزیز اور لیبیا کے حاکم ادریس سنوسی بھی شریک تھے، اس اجلاس میں نظامت کے فرائض مولانا نے انجام دیئے۔

☆ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کی تاسیس و قیام کے وقت ۱۹۶۳ء سے اس کی مجلس شوریٰ کے ممبر طے پائے اور اس کا نظام بدلنے تک برابر یہ منصب برقرار رہا۔

☆ ۱۹۶۳ء میں حج سے دو دن قبل حرم شریف میں مصلی شافعی کے اوپر منبر سے خطاب کا شرف حاصل ہوا۔

☆ ۱۳۸۲ھ، ۱۹۶۳ء میں دارالعلوم دیوبند کی مجلس شوریٰ کے رکن منتخب ہوئے۔

☆ رابطہ الجامعات الاسلامیہ (اسلامک یونیورسٹیز فیڈریشن۔ رباط، مراکش) کے اس تاسیس کے وقت سے ہی ممبر رہے۔

☆ ۱۹۸۰ء میں اردن کی مجمع اللغۃ العربیہ کے رکن بنائے گئے۔

☆ ۱۹۸۰ء میں اسلامی خدمات پر شاہ فیصل ایوارڈ سے نوازے گئے۔

☆ ۱۹۸۱ء میں کشمیر یونیورسٹی کی طرف سے ادب میں پی ایچ ڈی کی اعزازی ڈگری سے نوازے گئے۔

☆ ۱۹۸۳ء میں آکسفورڈ کے اسلامک سنٹر کے قیام کے وقت سے اس کے صدر رہے۔

☆ جولائی ۱۹۸۳ء میں قاری محمد طیب صاحب کی وفات کے بعد بالاتفاق مسلم پرسنل لا بورڈ کے صدر منتخب ہوئے، اور تاحیات اس پر فائز رہے۔

☆ ۱۹۸۴ء میں رابطہ الادب الاسلامی العالمیۃ (یونیورسل لیگ آف اسلامک لٹریچر) کے قیام کے ساتھ اس کے صدر قرار پائے۔

☆ ۱۹۹۶ء میں مولانا کی دعوتی و ادبی خدمات پر ترکی میں عالمی رابطہ ادب اسلامی کی کانفرنس کے موقع پر ایک سیمنار ہوا۔

☆ جمعہ ۱۸ شعبان ۱۴۱۷ھ مطابق ۱۸ / دسمبر ۱۹۹۶ء کو کلید بردار کعبہ شیبی خاندان کے موجودہ جانشین نے بیت اللہ شریف سے منسلک سیڑھی پر دعوت دے کر کلید کعبہ در کعبہ پر رکھ کر دروازہ کھولنے کا اعزاز عطا کیا۔ اور بیت اللہ شریف کے اندر امیر مشعل بن محمد بن سعود آل سعود کی فرمائش پر دعا فرمائی جس میں رابطہ عالم اسلامی کے تمام اراکین اور ذمہ داران شریک رہے۔

☆ رمضان ۱۴۱۹ھ (جنوری ۱۹۹۹ء) میں دبئی میں عالمی حسن قرأت کے مقابلے کے موقع پر سال ۱۹۹۹ء کی "عظیم اسلامی شخصیت" کے وقیع ایوارڈ سے سرفراز کئے گئے۔

☆ تاریخ اسلام کے جلیل القدر اصحاب دعوت و عزیمت کی مثالی سیرت نگاری پر ۱۴۲۰ھ (۱۹۹۹ء) میں آکسفورڈ اسلامک سنٹر کی طرف سے "سلطان برونائی ایوارڈ" سے نوازے گئے۔ (۳۴)

مولانا کی تصنیفات و تالیفات:

☆ عربی میں سب سے پہلا مقالہ سید رشید رضا مصری کے مجلہ "المنار" میں ۱۹۳۱ء میں شائع ہوا جو سید احمد شہید کی دعوت و تحریک جہاد سے متعلق تھا۔ جسے علامہ نے بعد میں الگ رسالہ کی شکل میں بھی شائع کیا، اس وقت مصنف کی عمر ۱۶ سال سے کچھ اوپر تھی۔

☆ اردو میں سب سے پہلی تصنیف ۱۹۳۸ء میں بعنوان "سیرت سید احمد شہید" شائع ہوئی، جو

متحدہ ہندوستان کے دینی و دعوتی حلقوں میں بہت مقبول ہوئی۔ مشائخ وقت اور مصلحین کبار نے خاص طور پر نو عمر مصنف کی بہت ہمت افزائی فرمائی۔

☆ ۱۹۳۸ء میں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی نے بی-اے کے طلباء کے لئے اسلامیات کا نصاب مرتب کرنے کی دعوت دی اور آپ کا تیار کردہ نصاب پسند کیا گیا۔

☆ جامعہ ملیہ دہلی کی دعوت پر ۱۹۴۳ء میں جامعہ میں ایک لیکچر دیا جو بعد میں "مذہب اور تمدن" کے نام سے طبع ہوا۔

☆ ۱۹۴۰ء میں "مختارات من ادب العرب" ۱۹۴۲ء سے ۱۹۴۴ء کے درمیان "قصص النبیین" اور "القراءۃ الراشدۃ" کے سلسلے مکمل فرمائے۔ اول الذکر دونوں کتابیں بلاد عربیہ کے مختلف تعلیمی اداروں اور عربی زبان کے مراکز میں شامل نصاب ہیں۔

☆ ۱۹۴۴ء سے ۱۹۴۷ء کے درمیان اپنی مشہور عربی کتاب "ماذا خسر العالم بانحطاط المسلمین" (انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج و زوال کا اثر) کی تالیف فرمائی، ۱۹۴۷ء کے پہلے سفر حج پر کتاب کا عربی مسودہ ساتھ تھا (جسے علماء حرم نے بنظر استحسان دیکھا اور مصنف کی ہمت افزائی فرمائی) جب کہ اس کا اردو ترجمہ ہندوستان میں شائع ہو چکا تھا۔

☆ ۱۹۵۸ء میں اپنے مرشد شیخ عبدالقادر رائے پوری کے حکم پر "قادیانیت تحلیل و تجزیہ" اور ۱۹۶۵ء میں "اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش"، ۱۹۶۷ء میں "ارکان اربعہ"، ۱۹۸۱ء میں "دستور حیات"، ۱۹۸۴ء میں "اسلام اور اولین مسلمانوں کی دو متضاد تصویریں"، ۱۹۸۸ء میں "المرتضیٰ" تالیف فرمائی۔ ۱۹۸۳ء تا ۱۹۹۹ء میں اپنی خود نوشت سوانح "کاروان زندگی" کے سات حصے تحریر فرمائے۔

☆ ۱۹۶۳ء مطابق ۱۳۸۳ھ میں جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں وزیٹنگ پروفیسر (استاذ زائر) کی حیثیت سے لیکچرز دیے جو "النبوۃ والانبیاء" (منصب نبوت اور اس کے عالی مقام حاملین) کے نام سے شائع ہوئے۔ اسی سال حج سے صرف دو روز قبل بیت اللہ شریف کے بالمقابل مصلی شافعی کے اوپر حضرتہ سے حجاج کو خطاب کرنے کا شرف حاصل ہوا۔

☆ ۱۹۶۸ء میں سعودی وزیر تعلیم شیخ حسن بن عبداللہ آل الشیخ کی دعوت پر کلیۃ الشریعۃ ریاض

(جس نے بعد میں جامعۃ الامام محمد بن سعود الاسلامیہ کی شکل اختیار کی) کے نصاب و نظام کی تیاری کے لئے ریاض تشریف لے گئے، اور اس موقع پر جامعۃ الریاض (موجودہ جامعۃ الملک سعود) اور کلیۃ المعلمین (ٹیچرز ٹریننگ کالج) میں تعلیم و تربیت کے موضوع پر کئی لیکچرز دیے، جو علمی حلقوں میں پسند کیے گئے۔

☆ مولانا کی تصنیفی زبان عربی یا اردو ہے، اکثر اہم کتابیں اصلاً عربی میں ہیں جن کا اردو ترجمہ ہوا ہے۔ جبکہ بعض اہم کتابیں مثلاً "تاریخ دعوت و عزیمت" دوم تا پنجم اور "کاروان زندگی" وغیرہ اصلاً اردو میں ہیں جو عربی زبان میں منتقل کی گئی ہیں۔

☆ مولانا کی اہم تصانیف عربی اور اردو دونوں زبانوں میں ہیں، اردو میں مولانا کی کل تصانیف اور مطبوعہ رسائل کی تعداد (۲۹۰)، اور عربی تصانیف کی تعداد (۱۸۸) ہے۔ انگریزی میں شائع شدہ تصانیف (۲۰) اور ہندی میں ترجمہ شدہ کتابیں صرف (۲۸) ہیں۔

☆ قابل ذکر بات یہ ہے کہ متعدد اہم کتابیں ۱۹۶۷ء سے ۱۹۷۷ء کے درمیان اس عرصہ کی ہیں جب مولانا گلاکوما اور موتیابند کی وجہ سے خود پڑھنے لکھنے سے معذور تھے، اور دوسروں سے اخبارات اور کتابیں پڑھوا کر سنتے تھے۔(۳۵)

☆ مولانا کی اہم کتابوں کا ترجمہ فرانسیسی، فارسی، بنگالی، ترکی، ملیشین، گجراتی، تامل، ملیالم اور دیگر عالمی و علاقائی زبانوں میں بھی ہو چکا ہے۔ **صحافت:** ۱۹۳۲ء ندوۃ العلماء سے عربی میں نکلنے والے پرچے "الضیاء" کی ادارت میں اور ۱۹۴۰ء میں اردو پرچے "الندوۃ" کی ادارت میں شریک رہے، اور ۱۹۴۸ء میں انجمن تعلیمات اسلام کی طرف سے اردو میں "تعمیر" کے نام سے ایک پرچہ نکالنا شروع کیا۔(۳۶)

☆ ۱۹۵۸-۵۹ء میں مصر سے نکلنے والے پرچے "المسلمون" کے اداریے کی ذمہ داری آپ سے متعلق رہی، نیز استاذ محب الدین خطیب کے پرچے "الفتح" میں بھی بعض مقالات شائع ہوئے۔

☆ ۱۹۶۳ء میں لکھنؤ سے "ندائے ملت" اردو میں نکلنا شروع ہوا تو اس کی سرپرستی فرمائی، اور ندوہ سے ۱۹۵۵ء سے نکلنے والے عربی پرچے "البعث الاسلامی" اور ۱۹۵۹ء سے نکلنے والے عربی

اخبار "الرائد" نیز ۱۹۶۳ء سے نکلنے والے اردو پرچے "تعمیر حیات" نیز ندوہ سے ہی نکلنے والے انگریزی پرچہ فریگرینس آف دی ایسٹ (Fragrance of the East) چاروں پرچوں کے سرپرست اعلیٰ رہے۔

☆ دارالمصنفین اعظم گڑھ کے علمی ترجمان ماہنامہ "معارف" اور عالمی رابطہ ادب اسلامی کے ریاض سے شائع ہونے والے عربی ترجمان "مجلۃ الادب الاسلامی" اور لکھنؤ سے شائع ہونے والے اردو ترجمان "کاروان ادب" کے بھی سرپرست اعلیٰ تھے۔ (۳۷)

بحیثیت منتظم:

مولانا اپنی حیات میں مختلف اداروں اور تنظیموں کے تاسیسی رکن یا مجلس شوریٰ کے ممبر بھی رہے،

- ناظم ندوۃ العلماء۔ صدر (ریکٹر) دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ۔
- رکن تاسیسی رابطۂ عالم اسلامی۔ مکہ مکرمہ
- صدر عالمی رابطۂ ادب اسلامی
- صدر آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ
- صدر دینی تعلیمی کونسل۔ اتر پردیش
- صدر آکسفورڈ سنٹر برائے دراسات اسلامیہ آکسفورڈ
- صدر دار المصنفین۔ اعظم گڑھ
- صدر ادارۂ تحقیقات اسلامی۔ لکسمبرگ (بلجیم)
- صدر مجلس تحقیقات ونشریات اسلام۔ لکھنؤ
- رکن مجلس شوریٰ دار العلوم۔ دیوبند
- رکن عالمی مجلس اعلیٰ برائے دعوت اسلامی۔ قاہرہ
- رکن رابطۃ الجامعات الاسلامیۃ (اسلامک یونیورسٹیز فیڈریشن) رباط
- رکن اعلیٰ مشاورتی کونسل برائے عالمی اسلامی یونیورسٹی۔ اسلام آباد
- رکن مجمع اللغۃ العربیۃ (عربک لینگویج اکیڈمی) دمشق

- رکن مجمع اللغۃ العربیۃ۔ قاہرہ
- رکن مجمع اللغۃ العربیۃ۔ اردن
- رکن موسسۃ آل البیت (رائل اکیڈمی برائے اسلامی تہذیب وتمدن) اردن
- رکن مجلس عاملہ اسلامک سینٹر۔ جنیوا
- رکن مجلس عاملہ موتمر العالم الاسلامی۔ بیروت (۳۸)

وفات:

۳۱ دسمبر ۱۹۹۹ء کو مولانا کی وفات ہوئی۔ (۳۹)

حوالہ جات

(۱) مولانا ابوالحسن علی ندوی، کاروان زندگی جلد ۱ صفحہ ۳۲، مجلس نشریات اسلام، کراچی، ۱۹۸۵ء

(۲) ایضاً صفحہ ۷۷ (۳) ایضاً صفحہ ۸۸

(۴) ایضاً صفحہ ۱۱۷ (۵) ایضاً صفحہ ۹۷_۹۸

(۶) ایضاً صفحہ ۱۰۲ (۷) ایضاً صفحہ ۱۰۵

(۸) ایضاً صفحہ ۱۲۱ (۹) ایضاً صفحہ ۱۱۱

(۱۰) مولانا ابوالحسن علی ندوی، نقوش اقبال، صفحہ ۳۲_۳۳، مجلس نشریات اسلام، کراچی

(۱۱) مولانا ابوالحسن علی ندوی، کاروان زندگی جلد ۱ صفحہ ۱۲۷، مجلس نشریات اسلام، کراچی، ۱۹۸۵ء

(۱۲) ایضاً صفحہ ۱۲۸ (۱۳) ایضاً صفحہ ۱۲۹

(۱۴) ایضاً صفحہ ۱۳۱ (۱۵) ایضاً صفحہ ۱۳۲

(۱۶) ایضاً صفحہ ۱۱۱ (۱۷) ایضاً صفحہ ۱۹۲

(۱۸) ایضاً صفحہ ۱۳۲

(۱۹) مولانا ابوالحسن علی ندوی، کاروان زندگی جلد ۱ صفحہ ۱۲۵، مجلس نشریات اسلام، کراچی، ۱۹۸۵ء

(۲۰) ایضاً صفحہ ۱۵۰

(۲۱) مولانا ابوالحسن علی ندوی، نقوش اقبال، صفحہ ۳۳_۳۴، مجلس نشریات اسلام، کراچی،

(۲۲) مولانا ابوالحسن علی ندوی، کاروان زندگی جلد ۱ صفحہ ۲۲۱_۲۲۲، مجلس نشریات اسلام، کراچی، ۱۹۸۵ء

(۲۳) ایضاً صفحہ ۲۲۱ (۲۴) ایضاً صفحہ ۲۲۵

(۲۵)ایضاً صفحہ ۳۳۹		(۲۶)ایضاً صفحہ ۳۴۳

(۲۷)مولانا ابوالحسن علی ندوی، نقوش اقبال، صفحہ ۱۵، مجلس نشریات اسلام، کراچی

(۲۸)مولانا ابوالحسن علی ندوی، کاروان زندگی، جلد ا، صفحہ ۲۶۸، مجلس نشریات اسلام، کراچی ۱۹۸۵ء

(۲۹)بشیر اختر، مولانا سید ابوالحسن علی ندوی حیات و افکار کے چند پہلو، صفحہ ۸۵_۸۶، ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد، ۲۰۰۲

(۳۰)

(۳۱)بشیر اختر، مولانا سید ابوالحسن علی ندوی حیات و افکار کے چند پہلو، صفحہ ۹۳، ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد، ۲۰۰۲

(۳۲)مولانا ابوالحسن علی ندوی، کاروان زندگی، جلد ا، صفحہ ۳۵۶، مجلس نشریات اسلام، کراچی ۱۹۸۵ء

(۳۳)ایضاً صفحہ ۳۵۶

(۳۴) http://abulhasanalinadwi.org/books.php?event=vi&id=75(visited 27 october 2011)

(۳۵)مولانا ابوالحسن علی ندوی، کاروان زندگی، جلد ا، صفحہ ۵۱۸، مجلس نشریات اسلام، کراچی ۱۹۸۵ء

(۳۶)ایضاً صفحہ ۱۱۸

(۳۷) http://abulhasanalinadwi.org/books.php?event=vi&id=75(visited 27 october 2011)

(۳۸) http://abulhasanalinadwi.org/books.php?event=vi&id=75(visited 27 october 2011)

(۳۹)حبیب محمد فاروق قریشی، علی میاں، صفحہ ۱۲، مفتی محمود اکیڈمی پاکستان، کراچی، مئی ۲۰۰۳ء

التفسیر، مجلس تفسیر، کراچی جلد ۲۰، شمارہ ۱۸، ۱۴۳۳ھ، اپریل تا ستمبر ۲۰۱۲ء

تاریخ، تدوین، اصول حدیث اور مولانا عبدالرشید نعمانی (ایک مختصر جائزہ)

پروفیسر ڈاکٹر محمد عبدالشہید نعمانی

Late Molana Muhammad Abdur Rasheed Nomani is a well-known scholar who authored a number of books in the domain of Islamic Studies particularly in Hadith. He is known to be the authority in the area of Asmaa ur Rijal (the names of the people, the narrators of Hadith). He was born in Jay Pur, Rajhistan, India in 1914.

He completed his early education in his hometown from Molana Qadeer Bakhsh Badyooni, a renowned figure of Jay Pur at that time and acquired the knowledge of Hadith from Molana Hayder Hasan Khan Tonki, Sheikh ul Hadith of nadwatul Ulema, Lucknow, India. He served at Islamic University

Bhawalpur as a professor and remained head of the department of Islamic Studies for a couple years.

Though he authored a number of books on very essential and significant topics in Arabic and Urdu languages, his outstanding piece of work is Lughat ul Quran which has a very prominent place among other Lughat of quran in Urdu language and a number of editions have been published over the years.

Similarly, his scholarly works in Arabic on Hadith and Usool ul Hadith were greatly acknowledged and appreciated by various Arab scholars like, Shiekh Abdul Fattah Abu Ghuddah, an eminent Muhaddith, who further published his remarkable works from Saudi Arabia; and now they are being published from Qatar and Beirut as well. Currently, these books are being incorporated in the curriculum of theuniversities of Syria.

Molana Nomani had strong devotion to Imam Abu Hanifa, which is also evident in his works. But this dedication and loyalty was without any discrimination. Due to his encouragement several Masaneed of Imam Abu Hanifa were published. Some books of Ulema-e-Ahnaf were also published with his scholarly forewords. These forewords comprised of different research articles on valuable topics like, Muatta Imam Muhammad, Kitab ul A'asar and Jame'u ul

Masaneed are highly valued and accredited in the realm of Hadith all over the world. In this article we will briefly introduce his books particularly on Usool ul Hadith, history of Hadith and compilation of Hadith. In order to understand these topics in detail, one needs to consult necessary hisoutstanding books.

مولانا محمد عبد الرشید نعمانی رحمۃ اللہ علیہ (۱۳۳۳ھ۔۱۴۲۰ھ) کا شمار برصغیر پاک و ہند کے ان چند مایہ ناز اور ممتاز ترین محققین میں ہے جن کی نادر تحقیقات نے عالم اسلام کے علمی و فکری حلقوں پر بڑے گہرے اثرات چھوڑے ہیں۔ ان کی بعض تصانیف کو عالمی طور پر شہرت حاصل ہوئی اور بیرونی ملک بڑے اہتمام سے عالم اسلام کے محدث و ناقد شیخ عبد الفتاح ابو غدہ نے ان کو شائع کیا۔

تاریخ، حدیث ، رجال، تراجم، اصول حدیث اور قرآن مجید آپ کے خصوصی موضوعات ہیں۔ ان موضوعات کی کتب مخطوط و مطبوعہ پر آپ کی بڑی عالمانہ اور محققانہ نظر تھی۔ آپ کی تمام تصانیف وسعت نظر دقیق وعمیق ریسرچ اور برسوں کے مطالعہ کا نتیجہ ہے۔ آپ برصغیر کے مشہور محدث حضرت مولانا حیدرحسن خان اور ان کے بڑے بھائی صاحب "معجم المصنفین "مولانا محمود الحسن خان کے ارشد تلامذہ میں سے ہیں بقول مولانا ابوالحسن علی ندوی:

> مولانا کے تلمیذ ارشد اور ان کے فن اور ذوق کے وارث ہمارے فاضل دوست مولانا عبدالرشید نعمانی جو پوری حال شیخ الحدیث اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور ہیں ان کے علمی کام تعارف کے محتاج نہیں ان میں "لغات القرآن" کی چار جلدیں اور ان کا اصل علمی اور تحقیقی کام ان کی کتاب "ماتمس الیہ الحاجۃ" ہے جو ان کی وسعت مطالعہ اور دقت نظر کی شاہد ہے۔ (۱)

ہندوستان کے مشہور محدث اور" انوار الباری شرح صحیح بخاری" کے مؤلف مولانا سید

احمد رضا بجنوری انوار الباری کے مقدمہ میں مولانا نعمانی کے بارے میں رقمطراز ہیں۔

> مشہور مصنف ، محقق، محدث ،جامع معقول و منقول.....آپ کی تمام کتابیں گہری ریسرچ کا نتیجہ اور اعلیٰ تحقیق کی حامل ہیں، مقدمات و تعلیقات میں آپ کے تحقیقی افکار علامہ کوثری کے طرز سے ملتے جلتے ہیں۔ (۲)

حضرت مولانا مناظر حسن گیلانی اپنے ایک تعریفی سرٹیفکیٹ میں مولانا نعمانی کے بارے میں لکھتے ہیں:

> مولوی عبد الرشید صاحب (مولوی فاضل، منشی فاضل پنجاب یونیورسٹی) سے میں ذاتی طور پر واقف ہوں انہوں نے علاوہ سرکاری امتحانوں کے ہندوستان کے مشہور فاضل مولانا حیدرحسن خاں صاحب صدر" دارالعلوم ندوۃ العلماء" سے بھی علوم اسلامیہ خصوصا حدیث کے فن کی تکمیل کی ہے اور پھر انہوں نے اس کے بعد حضرت مولانا محمود حسن صاحب قبلہ مؤلف معجم المصنفین (جس کی تدوین حکومت آصفیہ کی سرپرستی میں بہ صرف زر کثیر ہو رہی ہے اور جس کی چند جلدیں بیروت سے شائع ہو کر تمام مشرقی و مغربی ممالک کے علماء سے خراج تحسین حاصل کر چکی ہیں مولوی عبد الرشید صاحب نے ان کے ساتھ بھی کام کیا ہے اس زمانہ میں ان کو کافی مطالعہ اور وسعت نظر کا موقعہ ملا ہے۔ میرے نزدیک یہ اپنی موجودہ قابلیت اور متوقع کمال کی بنیاد پر اس کے مستحق ہیں کہ ہر قسم کے ذمہ دارانہ کام جن کا تعلق اسلامی علوم کی تدوین و تصنیف یا ازیں قبیل افتاء و قضاء کو حسن و خوبی کے ساتھ انجام دے سکتے ہیں۔ کیونکہ ان خدمات کیلئے جس علمی سرمایہ کی ضرورت ہے اس کا کافی حصہ انہوں نے جمع کر لیا ہے۔
>
> مناظر حسن گیلانی

صدر شعبہ دینیات، عثمانیہ یونیورسٹی کالج، حیدرآباد دکن، 10 دسمبر 1938ء

عالم اسلام کے فاضل ترین نقاد اور محقق و محدث شیخ عبد الفتاح ابوغدۃ 1337.....1417ھ مولانا نعمانی کو ان الفاظ میں خراج تحسین پیش کرتے ہیں۔

وهو من افذاذ العلماء المحققين في تلك الديار علماً وفهماً و زهداو تقى' اوقاته معمورة ليلا و نهارا' بذكرو تلاوة او وعظ و ارشاد او تحقيق و مطالعة او تدريس و تعليم او تصنيف و تاليف و اكبر شغله الدرس و الافادة و البحث و المطالعة. وله تصانيف ممتعة فائقة في علوم الحديث وغيره، وبحوث علمية و مقالات مفيدة في شتى الفنون. (۳)

تاریخ تدوین حدیث کے بارے میں ان کے بعض نظریات بالخصوص روایتی اصول حدیث پر ان کے ناقدانہ افکار کو بڑی وقعت سے دیکھا گیا ہے۔ اور ملک کے بعض مدارس کے تخصص فی الحدیث کے شعبوں میں ان کی تحقیقات کو بنیاد بنا کر بالخصوص احناف کی حدیث میں خدمات کے حوالہ سے تحقیقی کام ہو رہا ہے اور مقالات مرتب کر کے شائع کیے جا رہے ہیں اور اس سلسلے کے بعض گراں قدر مقالات منظر عام پر آنے کے بعد ارباب فکر ونظر سے داد تحقیق حاصل کر چکے ہیں۔

تدوین حدیث کی تاریخ کے حوالہ سے ان کی اس تحقیق اور نظریہ کو عالمی طور پر ایک مسلمہ حقیقت کے طور پر تسلیم کرلیا گیا ہے کہ:

”تمام امت میں امام ابو حنیفہ کو اس بارے میں شرف اولیت حاصل ہے کہ انہوں نے علم شریعت کو باقاعدہ ابواب پر مرتب کیا اور اس خوش اسلوبی سے مرتب فرمایا کہ آج تک سنن و احکام کی تمام کتابیں انہی کی فقہی ترتیب کے مطابق مدون ومرتب ہوتی چلی آ رہی ہیں۔“

”کتاب الآثار“ احادیث صحیحہ کا وہ اولین مجموعہ ہے جسے امام ابو حنیفہ نے دوسری صدی کے اوائل میں فقہی ابواب پر مرتب کیا اس سے پہلے احادیث نبویہ کے جتنے صحیفے اور مجموعے

تیار ہوئے ان کی ترتیب فنی نہیں تھی بلکہ ان کے جامعین نے کیف ما اتفق جو احادیث ان کو یاد تھیں انہیں قلمبند کر دیا تھا۔ امام ابو حنیفہ نے علم حدیث کی ایک اہم ترین خدمت یہ انجام دی کہ احادیث احکام میں سے صحیح اور معمول بہ روایات کا انتخاب فرما کر ایک مستقل تصنیف میں ان کو ابواب فقہیہ پر مرتب کیا۔ آج امت کے پاس احادیث صحیحہ کی سب سے قدیم ترین کتاب یہی ہے۔ اور امام صاحب کی نظر انتخاب نے چالیس ہزار احادیث کے مجموعہ سے چن کر اس کتاب کو مرتب کیا ہے(۴) اور احادیث کو جزائے اول اور آثار صحابہ وتابعین کو جزائے ثانی قرار دیا ہے۔

کتاب الآثار نے روایات کی تبویب، حسن ترتیب، اہم مباحث کے استیعاب صحت کے التزام، قبولیت عام اور شہرت کی وجہ سے فن حدیث کی تدوین پر اپنے گہرے اثرات چھوڑے ہیں چنانچہ موطا کی ترتیب اسی کو سامنے رکھ کر اختیار کی گئی اس طرح روایات کے انتخاب اور ان کی صحت کے بارے میں امام ابو حنیفہ نے جو معیار قائم کیا تھا بعد کے ارباب صحاح نے باوجود اختلاف ذوق کے اس کا پورا پورا خیال کیا۔

روایات کے انتخاب و احتجاج کے بارے میں امام ابو حنیفہ نے اپنا طرز عمل یہ بیان کیا ہے:

انی آخذ بكتاب الله اذا و جدته و مالم اجده فيه اخذت بسنة رسول الله صلى الله عليه وسلم والآثار الصحاح عنه التى فشت فى ايدى الثقات (۵)

میں سب سے پہلے کتاب اللہ سے استدلال کرتا ہوں کتاب اللہ میں نہ ملنے کی صورت میں سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اور ایسے آثار سے جو ثقہ ہاتھوں سے گذرنے کے بعد عام ہو چکے ہوں استدلال کرتا ہوں۔

اور امام سفیان ثوری نے آپ کے اس طرز عمل کی شہادت ان الفاظ میں دی ہے۔

يا خذ بما صح عنده من الاحاديث التى كان يحملها الثقات و بالآخر من فعل رسول الله صلى الله عليه وسلم (۶)

جو احادیث امام ابو حنیفہ کے نزدیک صحیح ہوتی ہیں اور جن کو ثقات روایت کرتے چلے

آتے ہیں اور جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری فعل ہوتا ہے آپ اس سے استنباط کرتے ہیں۔

مؤطا، صحیح بخاری، سنن نسائی، سنن ابی داؤد، اور دیگر کتب حدیث کی طرح کتاب الآثار کے متعدد نسخے ہیں جن میں روایات کی تعداد کے لحاظ سے بھی فرق ہے اور ابواب کی تقدیم و تاخیر کے لحاظ سے بھی اس قسم کا اختلاف قدماء کی ایسی کتابوں میں جو املاء کرائی جاتی ہیں پایا جاتا ہے۔

بہرحال کتاب الآثار کے جو نسخے خاص طور پر قابل ذکر ہیں وہ درج ذیل ہیں۔

1۔نسخہ سابق بن عبد اللہ البربری ان کا انتقال امام صاحب کی وفات کے بعد ہوا ہے تاریخ وفات کا پتہ نہیں چلا۔

2۔نسخہ امام زفر بن الھذیل 158

3۔نسخہ امام قاری حمزۃ بن حبیب الزیات 158

4۔نسخہ امام حماد بن ابی حنیفہ 176

5۔نسخہ امام محمد بن الحسن 179

6۔نسخہ امام ابو یوسف 184

7۔نسخہ محدث محمد بن مسروق الکندی 184 کے بعد

8۔نسخہ محدث محمد بن خالد الوہبی قبل 200

9۔نسخہ امام حسن بن زیاد 204

ان کے علاوہ ایک بڑی تعداد نے امام ابو حنیفہ سے کتاب الآثار کا سماع کیا ہے جن کی تعداد کا شمار مشکل ہے۔

بقول علامہ ذہبی:

روی عنہ من المحدثین و الفقہاء عدۃ لا یحصون

امام صاحب سے محدثین اور فقہاء کی اتنی بڑی تعداد نے احادیث کو روایت کیا ہے جن کا شمار نہیں کیا جا سکتا۔(۷)

''اصول حدیث کے بعض اہم مباحث''(چند مقالات)

برصغیر پاک و ہند کے مایہ ناز محدث محقق العصر حضرت مولانا محمد عبد الرشید نعمانی قدس سرہ المتوفی 1420ھ کے علمی سفر کا اولین آغاز جس علمی اور تحقیقی مضمون سے ہوا وہ امام ابو عبد اللہ حاکم محمد بن عبد اللہ الحافظ النیسابوری المتوفی 405ھ کے اصول حدیث پر ایک مختصر رسالہ "المدخل فی اصول الحدیث" پر نہایت منفرد انداز میں ایک محققانہ تبصرہ تھا۔ یہ نقد و تبصرہ ہندوستان کے مشہور علمی ادارہ ''ندوۃ المصنفین دہلی'' کے مؤقر ماہنامہ ''برہان'' میں شائع ہوا۔ مسلسل چھ قسطوں پر مشتمل اس سلسلہ کا آغاز محرم الحرام 1361ھ میں ہوا اور جمادی الثانیہ 1361ھ میں یہ پایہ تکمیل کو پہنچا۔ کسی رسالہ میں بطور خاص علمی مجلات میں جب کوئی مضمون اشاعت کی غرض سے ارسال کیا جاتا ہے تو رسالہ کی ضخامت اور اشاعتی پالیسی کے پیش نظر اختصار کو بطور خاص ملحوظ خاطر رکھا جاتا ہے۔ اس کے پیش نظر حضرت والد صاحب نے بہت سے مباحث تحریر کرنے کے باوجود اشاعت کے لیے ارسال نہیں کیے۔ خود تحریر فرماتے ہیں۔

''اختصار کا لحاظ رکھنے کے باوجود مقالہ دراز ہوگیا اور بہت سے مباحث قصداً ترک کرنا پڑے۔''(۸)

حضرت مولانا نعمانی نے جس اختصار کا تذکرہ کیا ہے ان مباحث کو ان کی مذکورہ بالا کتاب میں شامل کیا گیا ہے ساتھ ہی اس کتاب میں ان کے دو نہایت اہم مقالے بھی شامل ہیں۔

1۔موازنہ بین الصحیحین

یہ مقالہ اصول حدیث کے مباحث میں نہایت اہمیت کا حامل ہے جس میں تین بنیادی مباحث پر مدلل تبصرہ اور سیر حاصل گفتگو ہے۔

i۔کیا قرآن مجید کے بعد صحیحین اصح الکتب ہیں۔

ii۔ان کتابوں پر امت کی تلقی بالقبول ہے

iii۔کیا صحیح بخاری صحیح مسلم سے اصح ہے۔

2۔ہندوستان میں علم حدیث کا ارتقاء اور خانوادہ ولی اللّٰہی اور خانوادہ شیخ عبد الحق محدث دہلوی

کی خدمات حدیث:

اس مفصل مضمون میں مختصراً ہندوستان میں علم حدیث کے ارتقاء اور اس اقلیم میں اس کی گرم بازاری کا ذکر کیا گیا ہے بالخصوص تدریسی سرگرمیوں کے علاوہ مشہور محدثین پیر سید عبد الاول بن علامہ حسنی کی تالیف ''فیض الباری'' اور شیخ علی بن حسام الدین متقی حنفی کی کنز اعمال و دیگر تصنیفی خدمات کا تذکرہ ہے اس کے بعد حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور ان کے خاندان کی تدریسی و تصنیفی خدمات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ آخر میں حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ اور ان کے خاندان کی علم حدیث کی ترویج و اشاعت میں مساعی جمیلہ کا تذکرہ ہے۔

اس باب میں سب سے شاہکار بحث حضرت شاہ صاحب کے قائم کردہ کتب طبقات حدیث کا ایک ناقدانہ جائزہ ہے۔

اہل علم اس امر سے اچھی طرح واقف ہیں کہ حضرت والد صاحب کو اصول حدیث میں اختصاص حاصل تھا۔ اس فن کے تمام مباحث پر ان کی ناقدانہ بصیرت کے ساتھ مکمل نظر تھی۔ ان کی رائے میں محدثین کے وضع کردہ بہت سے قواعد نظر ثانی کے محتاج ہیں۔ اسی طرح ان کی یہ بھی تیجی تلی رائے تھی کہ احناف نے اپنی فوری ضرورت کے تحت تدوین حدیث و اصول حدیث کا کام بہت پہلے مکمل کر لیا تھا اور استنباط مسائل کے وقت ان کے سامنے اپنے ائمہ کی احادیث میں مرتب کردہ تمام کتابیں تھیں۔ نیز یہ کہ احادیث کے پرکھنے کے لئے ائمہ احناف کے اصول وضوابط زیادہ جامع معیاری اور سخت تھے ان کی ایک ہلکی سی جھلک اصول فقہ کی کتابوں میں السنۃ کے زیر عنوان ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔

المدخل پر تبصرہ میں فاضل مؤلف کی کاوشوں کا اندازہ ان کے درج کلمات سے لگایا جا سکتا ہے۔

> ''ذیل کے مقالہ میں المدخل کے مباحث پر ہم نے ایک تحقیقی نظر ڈالی ہے جو حدیث اصول حدیث رجال و تاریخ کی سینکڑوں کتابوں کے مطالعہ کا نتیجہ ہے بلاشبہ اس میں حاکم کے بہت سے بیانات سے اختلاف کیا گیا ہے لیکن جو دعویٰ کیا ہے اس کی دلیل بھی مستند کتابوں

> سے نقل کر دی ہے اور اس میں کافی سعی کی ہے کہ جو کچھ لکھا جائے پوری تحقیق سے لکھا جائے۔''(۹)

مدونین وجامعین کتب حدیث کے رجحانات کے تفصیلی مطالعہ کے لئے حضرت والد صاحب کی درج ذیل تصانیف ، فن حدیث ، اصول حدیث اور تدوین حدیث و تاریخ رجال حدیث میں بنیادی اہمیت کی حامل ہیں اور طلاب حدیث کے لیے ان کا مطالعہ نہایت ضروری ہے۔

(1)ماتمس الیہ الحاجہ لمن یطالع سنن ابن ماجہ:

اب یہ کتاب ''الامام ابن ماجہ وکتابہ السنن'' کے نئے عنوان سے دیار عرب کے مشہور محدث شیخ عبدالفتاح ابو غدہ کی زیر نگرانی بیروت و شام سے شائع ہو کر اہل علم کے ہاتھوں میں پہنچ چکی ہے۔ پاک و ہند اور عالم عرب کے جلیل القدر علماء ومحدثین نے اس کتاب سے بھرپور استفادہ کیا ہے۔ اور ان کی علمی تصانیف میں اس کتاب کے جا بجا حوالے ملتے ہیں۔

> شیخ عبدالفتاح ابو غدہ نے اس کتاب کی اہمیت بایں الفاظ بیان کی ہے۔
> قرون ثلاثہ میں تاریخ حدیث ، کتابت حدیث ، تدوین علم حدیث ، ائمہ فقہاء اربعہ ، اصحاب کتب ستہ کی شروط کی تفصیلات کے علاوہ بیش بہا معلومات اور تحقیقی نفیس فوائد کی یہ کتاب ایسا مجموعہ ہے جس سے ہر محدث اور فقیہ کو واقف ہونا ضروری ہے۔(۱۰)

(2)امام ابن ماجہ اور علم حدیث:

اردو داں حلقوں کے استفادہ کیلئے حضرت والد صاحب نے '' امام ابن ماجہ اور علم حدیث '' کے عنوان سے ایک اور مستقل کتاب تالیف کی اس کتاب کے اختتام پر اس کا تعارف ان الفاظ میں کرایا گیا ہے۔

کہنے کو یہ ابن ماجہ کی ایک سوانح عمری ہے لیکن درحقیقت یہ تدوین حدیث کی مفصل تاریخ ہے اور مسلمانوں کی ان جانفشانیوں کا مرقع ہے جو انہوں نے خدا کے آخری پیغمبر جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ایک حرف کو محفوظ کرنے کے لیے اٹھائی ہیں۔ تاکہ امت

وحی کی ذمہ داری میں جو اس امت کے سپرد کی گئی تھی کسی قسم کا رخنہ نہ آنے پائے اور اللہ تعالیٰ کی اہل ملل و ادیان پر حجت تمام ہو جائے۔(۱۱)

بقول مولانا بلال حسنیؒ واقعہ یہ ہے کہ یہ کتاب دریا بکوزہ کا مصداق ہے اور علم کا ایک سمندر ہے، اس میں علم حدیث کا تعارف بھی ہے اس کی تدوین کی تاریخ بھی صحاح ستہ پر جچا تلا تبصرہ بھی ہے اور طبقات کتب کی تعیین بھی حقیقت یہ ہے کہ کتاب کے نام سے اصل کتاب کے مضامین اور مندرجات پر ایک پردہ سا پڑ گیا ہے حضرت مولانا محمد یوسف صاحب ''بنوری صاحب معارف السنن'' کا معمول تھا کہ ابتدائے سال درس شروع کرتے وقت پہلے اس کتاب کا ایک حصہ خود سناتے یا کسی طالب علم سے پڑھواتے اس کے بعد درس کی ابتداء فرماتے۔(۱۲)

(۳) مکانۃ الامام ابی حنیفۃ فی علم الحدیث:

جیسا کہ نام سے ظاہر ہے اس کتاب میں فن حدیث میں امام صاحب کے مقام کے تعین کی کوشش کی گئی ہے اور قوی دلائل کے ساتھ یہ ثابت کیا گیا ہے کہ امام ابو حنیفہ جس طرح فقہ میں امامت کبریٰ کے درجہ پر فائز تھے فن حدیث میں بھی آپ کو یہی مقام حاصل تھا۔ آپ کا شمار ائمہ جرح و تعدیل میں ہے۔ اس فن میں آپ کے اقوال بطور سند پیش کئے جاتے ہیں۔ توثیق و تضعیف میں آپ کی رائے کو پیش نظر رکھا جاتا ہے۔ آپ کے وضع کردہ اصول حدیث سے استدلال کیا جاتا تھا۔ شیخ عبد الفتاح ابو غدہ نے اس کتاب کو بھی اپنی زیر نگرانی نہایت اہتمام کے ساتھ بیروت و شام سے شائع کیا ہے اور اس پر مختصر مقدمہ بھی تحریر کیا ہے۔ جس میں اس تالیف جلیل کو درج ذیل الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا ہے۔

> فھذا سفر نفیس فرید والر نافع مجید مکانۃ الامام ابی حنیفۃ فی علم الحدیث تالیف العلامۃ المحقق المحدث الناقد الشیخ محمد عبد الرشید النعمانی حفظہ اللہ تعالیٰ شیخ الحدیث و علومہ سابقا فی جامعۃ العلوم الاسلامیۃ فی مدینۃ کراتشی باکستان .(۱۳)

(۴)　العقبیات علی صاحب الدراسات:

دراسات اللبیب فی الاسوۃ الحسنۃ بالحبیب سندھ کے مشہور متکلم اور بالغ نظر عالم ملا محمد المعلب بالامین السندی ۱۱۶۱ھ کی تالیف ہے اس کتاب میں بارہ دراسات ہیں جو فن حدیث ''اصول حدیث'' کتب صحیحین اور فقہ کے نہایت اہم مباحث سے تعلق رکھتے ہیں۔ مؤلف نے اہل سنت کے جادہ اعتدال سے ہٹتے ہوئے اپنے بہت سے تفردات بھی ذکر کیے ہیں۔ جس کے نتیجہ میں وہ معتقدات میں رفض، اعتزال، تشیع اور اہل بدعت سے زیادہ قریب ہوگئے ہیں۔ یہ کتاب پہلی مرتبہ ۱۲۸۳ھ میں لاہور سے شائع ہوئی اور دوسری مرتبہ ۱۳۷۷ھ میں سندھی ادبی بورڈ کراچی کے زیر اہتمام زیور طباعت سے آراستہ ہوئی۔ حضرت والد صاحب نے اس کتاب پر مقدمہ کے علاوہ مؤلف کے مفصل حالات اور نہایت مفید حواشی تحریر کیے ہیں۔ فن حدیث، اصول حدیث نیز اصول و فروع میں ملا محمد کے تفردات، امام ابو حنیفہ پر مطاعن نیز ان کے معتقدات پر بھرپور دلائل کے ساتھ رد کیا ہے۔ خود راقم ہیں:

> واما التعلیقات التی کتبت علیھا فاکثرھا اعتراضات علیہ و مباحثات معہ فیما یتعلق بالحدیث و علومہ و اما النقد التفصیلی فقد اغنانا عنہ العلامتان الحجتان الفقیھان المحدثان الشیخ عبد اللطیف و ابنہ الشیخ ابراھیم التتویان بما انتقدا علیہ فی ذب ذبابات الدراسات و القسطاس المستقیم رحمھما اللہ وطاب ثراھما وسمیت ھذہ التعلیقات بالتعقیبات علی صاحب الدراسات.(۱۴)

اس کتاب پر جو حواشی میں نے تحریر کیے ہیں ان میں بیشتر مؤلف پر اعتراضات اور ان کے ساتھ بحث و مباحثہ پر مشتمل ہیں یہ زیادہ تر حدیث وعلوم حدیث کے موضوع سے تعلق رکھتے ہیں۔ تفصیلی نقد سے ہمیں شیخ عبداللطیف اور ان کے صاحبزادے ابراہیم ٹھٹھوی نے بے نیاز کر دیا ہے کہ دونوں حضرات نے اپنی تالیفات ''ذب ذبابات الدراسات'' اور ''القسطاس المستقیم'' میں اس پر خوب خوب رد کیا ہے میں نے ان ''تعلیقات کو'' التعقیبات علی صاحب الدراسات'' کا نام دیا ہے۔ (کلمۃ عن الدراسات: ص ۲)

شیخ عبد الفتاح "ابو غدہ الاجوبۃ الفاضلۃ للاسئلۃ العشرۃ الکاملۃ" ص: ۱۶۸ میں رقمطراز ہیں:

> وقام بتحقیق ھذا الطبع تحقیقا علمیا تاما صدیقنا العلامۃ المحقق المحدث الفقیہ الشیخ محمد عبد الرشید النعمانی الھندی فعلق علیہ تعلیقات نافعۃ ضافیۃ وبلغت صفحات الکتاب ۴۵۵ ماعدا الفھارس العامۃ التی یسرت الانتفاع بہ لأیسر نظرۃ فجزاہ اللہ عن العلم واھلہ خیراً.

دراسات اللبیب کی علمی اور کامل انداز میں ہمارے دوست علامہ، محقق، محدث، فقیہ شیخ محمد عبدالرشید نعمانی نے تحقیق کی ہے اور انتہائی مفید اور مکمل انداز میں اس پر تحقیقی حواشی تحریر کیے ہیں اس طرح کتاب کا حجم ۴۵۵ صفحات تک پہنچ گیا ہے علاوہ ازیں آپ نے جو عام فہارس ترتیب دی ہیں اس سے ایک ہی نظر میں کتاب سے استفادہ آسان ہو گیا ہے علم و اہل علم کی جانب سے اللہ تعالیٰ ان کو اس کا بہتر اجر عطا فرمائے۔

(۵) التعلیقات علی ذب ذبابات الدراسات عن المذاھب الأربعۃ المتناسبات:

ذب ذبابات الدراسات سندھ کے مشہور محقق، محدث، حافظ الحدیث فقیہ علامہ محمد ہاشم ٹھٹھوی کے نہایت لائق و فائق صاحبزادے، دیار سندھ کے قاضی القضاۃ علامہ فقیہ، محدث، اصولی عبد اللطیف المطلبی القرشی ۱۱۸۹ھ کی تالیف ہے یہ خانوادہ علم و فضل میں سرزمین سندھ میں درخشاں آفتاب کی حیثیت رکھتا ہے۔ "ذب ذبابات" ملا معین سندھی کی کتاب "دراسات اللبیب" کے جواب میں تحریر کی گئی ہے۔ فاضل مؤلف نے نہایت قوی دلائل کے ساتھ اس کتاب کا رد کیا ہے اور ثابت کیا ہے کہ ملا معین اصول و فروع دونوں میں راہ حق سے ہٹ کر رفض و تشیع اعتزال اور بدعت کے دامن میں پناہ لے چکے ہیں۔

حضرت والد صاحب نے اس ضخیم کتاب پر نہایت قیمتی اور نادر حواشی اور تعلیقات تحریر کی ہیں جس سے اس کتاب کی افادیت بہت زیادہ بڑھ گئی ہے اور اس کی ضخامت دو بڑی جلدوں میں ۱۰۵۶ صفحات تک پہنچ گئی ہے۔ پانچ سو صفحات پر مشتمل عام فہارس ہیں جس کی وجہ

سے کتاب سے استفادہ نہایت آسان ہو گیا ہے۔ شیخ عبد الفتاح ابو غدہ اور دیگر علماء نے ان تعلیقات کو نہایت قدر کی نگاہ سے دیکھا ہے اور ان کی تحسین کی ہے۔

(۶) التعلیق القویم علی مقدمۃ کتاب التعلیم:

شیخ الاسلام مسعود بن شیبۃ السندی (۱۵) علمی حلقوں میں وسعت علم ثقاہت اور امامت علمی کی بنیاد پر ممتاز حیثیت سے متعارف ہیں حافظ قاسم بن قطلو بغا نے "تاج التراجم فی طبقات الحنفیۃ" اور حافظ عبد القادر قرشی نے "الجواہر المضیۃ فی طبقات الحنفیۃ" میں ان کا تذکرہ کرتے ہوئے ان کے علم و فضل کا اعتراف کیا ہے۔ ان کا تعلق ساتویں صدی ہجری سے ہے۔ یہ وہ دور ہے جب فتنۂ تاتار کی وجہ سے عالم اسلام میں ایک حشر برپا تھا۔ اہل علم کے ہزاروں نادر علمی شاہکار اس کی نذر ہوئے ان کے تفصیلی حالات تصانیف اور علمی خدمات کے بارے میں اسی بناء پر زیادہ تفصیلات نہیں ملتیں۔ مسعود بن شیبہ نے یہ مقدمہ ابن الجوینی کی "مغیث الخلق" اور امام غزالی کی "المنخول" کے رد میں لکھا ہے۔ یہ دونوں کتابیں دراصل امام ابو حنیفہ کے رد میں لکھی گئی تھیں۔ مؤلف نے امام ابو حنیفہ کا دفاع کرتے ہوئے سخت لب و لہجہ اختیار کیا ہے۔ حضرت والد صاحب نے اس کتاب پر تفصیلی حواشی تحریر کیے ہیں جس میں امام ابو حنیفہ کے نسب، آپ کی تابعیت، روایت صحابہ، حدیث میں آپ کا مقام، تدوین فقہ کے مراحل امام صاحب کی بعض اہم تصانیف بالخصوص کتاب الآثار، مسانید امام ابی حنیفہ اور دیگر اہم امور پر نہایت علمی دقیق اور محققانہ بحثیں قیمتی اور نادر حوالوں کی روشنی میں کی گئی ہیں۔

ہندوستان کے مشہور نادر عربی کتابوں کے محقق اور ناشر حضرت مولانا ابو الوفاء افغانی رحمہ اللہ حضرت والد صاحب کے نام ایک مکتوب میں رقمطراز ہیں۔

> "کتاب التعلیم" کے اخیر صفحات بھی موصول ہوئے مطالعہ کی اگرچہ فرصت نہیں لیکن میں نے اخیر شب میں ان کا مطالعہ کیا اور فارغ ہوا۔ بحمد اللہ تعلیق بے حد قیمتی ہے اہل علم اس کی بے حد قدر کریں گے اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے فیوض سے مالا مال کرے آپ نے اس کے لیے بڑی جد و جہد کی کہاں کہاں سے مضامین فراہم کیے۔ ماشاء اللہ، بارک

> اللہ تعالیٰ فی قلمک و شکر مساعیک. تعلیق اتنی دلچسپ تھی کہ سب کام چھوڑ کر جب تک پوری کتاب ختم نہ ہوئی ہاتھ سے نہ رکھی اب مقدمہ کی انتظاری ہے اللہ جل شانہ اس کو کمال کے ساتھ اتمام کو پہنچائے۔ "ذب ذبابات" کی جلد ثانی کی طباعت کی خبر سے بھی بے حد خوش ہوں۔ الخ۔

"التعقیبات علی صاحب الدراسات" "التعلیقات علی ذب ذبابات الدراسات" اور "التعلیق القویم علی مقدمۃ کتاب التعلیم" تینوں سن ساٹھ کی دھائی میں سندھی ادبی بورڈ حیدرآباد سے طبع ہوئیں اور اب ایک عرصہ سے نایاب ہیں۔ ضرورت ہے ان کتابوں کو جدید انداز میں عالم عرب سے طبع کر کے شائع کیا جائے تاکہ ان کا افادہ عام ہو، اور عالم اسلام کے علمی حلقوں میں ان کتابوں سے استفادہ کیا جا سکے۔

حضرت والد صاحب کے سانحہ ارتحال کے بعد مختلف حلقوں کے اہل قلم نے ان کی حیات کے متعدد گوشوں پر قلم اٹھایا، اخبارات میں بھی متعدد مضامین شائع ہوئے اس دور کے وزیر اعظم نواز شریف صاحب نے بھی بنفس نفیس تعزیتی خط ارسال کیا۔ پنجاب یونیورسٹی کے شیخ زاید اسلامک سینٹر میں ان کی حیات و خدمات پر ایم فل کی سطح پر مقالہ بھی تحریر کیا گیا۔ کراچی یونیورسٹی کے شعبہ صحافت کے ایک معروف اسکالر پروفیسر ڈاکٹر طاہر مسعود صاحب مولانا کی سوانح دینی اور روحانی سرگرمیوں پر ایک تفصیلی کتاب تحریر کر رہے ہیں۔ یہ مختصر تبصرہ مولانا نعمانی کی اصول حدیث و تاریخ حدیث کی بعض تصانیف پر ہے علاوہ ازیں دیگر موضوعات پر آپ کی تالیفات کا ایک وسیع سلسلہ ہے اسی طرح مختلف موضوعات پر پچاس سے زیادہ آپ کے مقالات ہیں جن کو ترتیب دیا جا چکا ہے اور اب وہ اشاعت کے منتظر ہیں۔

حواشی و حوالہ جات

(۱) پرانے چراغ (ص ۲۰۱، ۲۰۲) مولانا ابوالحسن علی ندوی، مجلس نشریات اسلام کراچی۔

(۲) مقدمہ انوار الباری شرح صحیح بخاری، (۲/۲۴) تذکرہ محدثین، سید احمد رضا بجنوری، دیوبند ہند۔

(۳) الامام ابن ماجہ وکتاب السنن مقدمۃ المؤلف فی سطور (ص ۱۷) عبد الفتاح ابو غدۃ، مکتب المطبوعات الاسلامیہ، بیروت ۱۴۱۹ھ۔

(۴) مناقب الامام الاعظم (۱/۹۵) موفق مکی، دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن، الھند۔

(۵) أخبار أبی حنیفہ واصحابہ (ص ۱۰) حسین بن علی الصیمری ۴۳۶ھ، مطبعۃ المعارف الشرقیہ، حیدرآباد، ۱۹۷۴ء۔

(۶) الانتقاء فی فضائل الائمۃ الثلاثۃ الفقہاء (ص ۱۲۲) ابن عبد البر، طبع مصر۔

(۷) مناقب ابی حنیفہ وصاحبیہ (ص ۱۱) شمس الدین الذہبی، ۷۴۸ھ، طبع لجنۃ احیاء المعارف النعمانیہ حیدرآباد دکن، الھند۔

(۸) تبصرہ والمدخل فی اصول الحدیث للحاکم (ص ۴۲) مولانا محمد عبد الرشید نعمانی، الرحیم اکیڈمی، کراچی۔

(۹) ایضا، (ص ۴۲)

(۱۰) یہ کتاب متعدد مرتبہ کراچی، قطر، بیروت اور شام سے شائع ہو چکی ہے۔

(۱۱) طبع نور محمد کارخانہ تجارت کتب، آرام باغ کراچی، میر محمد کتب خانہ مرکز علم وادب، آرام باغ کراچی۔

(۱۲) تاریخ تدوین حدیث (ص ۱۸) مولانا محمد عبد الرشید نعمانی، مجلس نشریات اسلام کراچی ۲۰۰۵ء۔

(۱۳) مکانۃ الامام أبی حنیفہ فی الحدیث، (ص ۸) محمد عبد الرشید نعمانی، تقدیم محمد عبد الفتاح ابو غدۃ، مکتب المطبوعات الاسلامیہ، حلب، ۱۴۱۶ھ۔

(۱۴) دراسات اللبیب فی الاسوۃ الحسنۃ بالحبیب، محمد معین السندی، تعلیق محمد عبد الرشید نعمانی (مقدمہ ص ۴) سندھی ادبی بورڈ کراچی، ۱۹۵۷ء۔

(۱۵) الجواہر المضیہ فی طبقات الحنفیہ (۲/۱۹۹) عبد القادر القرشی، دائرۃ المعارف النظامیہ، حیدرآباد دکن، الھند، ۱۳۳۲ھ۔

التفسیر، مجلس تفسیر، کراچی جلد ۶، شمارہ ۱۸، اپریل تا ستمبر ۲۰۱۲ء

ڈاکٹر محمد حمیداللہ۔ ایک عظیم محقق

محمد افضال اشرف

Dr Muhammad Hamidullah was an extraordinary and unique global personality of the 20th century. He was well known among the learned circles worldwide for his unparalleled research work on Islam and his sincere and never ending contribution to the dissemination of Islamic teachings in the western world. He died peacefully at the age of 95 on December 17, 2002 in Jacksonville, Florida, USA at the home of his brother's granddaughter Sadida.

Dr Hamidullah was proficiently fluent in Urdu, Arabic, Persian, Turkish as well as English, French, German and Italian languages. This exemplary quality paved way for him to explore and present a wealth of remarkable and authentic research work to the world.

Dr Hamidullah never adopted the subcontinent's

typical aggressive and debating style; rather he used evidences and results through high caliber research work to amicably silence his opponents.

Dr Hamidullah was not given due value and importance that he deserved while he was alive; nevertheless, he knew what he was aiming for and remained focused. The seeds of his struggle and efforts started sprouting during his lifetime hence Islam is the fastest growing religion today in France and Europe and many of his disciples there are following on his footsteps.

ڈاکٹر محمد حمیداللہ کی شخصیت علمی حلقوں میں غیر معروف نہیں لیکن عام لوگوں میں ان کا تعارف مفقود ہونا افسوس کا مقام ہے۔ ڈاکٹر حمیداللہ ایک عظیم مفکر اور محقق تھے۔ اسلامی علوم وفنون کا شاید ہی کوئی گوشہ ایسا رہا ہوگا جس میں ڈاکٹر صاحب نے انتہائی عالمانہ اور انتہائی عمیق تحقیق کے نتائج دنیائے اسلام کے سامنے پیش نہ کئے ہوں۔(۱)

ڈاکٹر صاحب اصل میں قانون کے طالب علم تھے اور ان کی ابتدائی تعلیم و تربیت قانون کے میدان میں ہوئی تھی۔ وہ قانون ہی کے استاد اور قانون ہی کے مصنف تھے اور اس میں بھی اصول قانون اور بین الاقوامی قانون ان کے دلچسپی کے میدان تھے۔

ڈاکٹر صاحب کی دعوت کا دائرہ مسلمانوں کے ساتھ ساتھ غیر مسلموں کے مختلف مکاتب فکر کو بھی محیط تھا لہٰذا ان کی جدو جہد کے میدان کی اسی وسعت و ہمہ گیریت نے ان کی تحریر وتقریر کو اکثر ذیلی وفروعی بندشوں سے آزاد کردیا تھا۔ جب بات کرتے تو ان کا مطمع نظر کسی مسلکی نقطہ نظر کی تائید وتردید نہ ہوتا بلکہ ان کا ہدف